سمعیہ یاسمین

لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، چکوال، ای میل:nk721529@gmail.com

اقبال کے تصورِ ابلیس کا توضیحی مطالعہ

Iqbal's Concept of Iblees: An explanatory Study

Abstract

Iqbal was a thoughtful, wise and intelligent person among his contemporaries. After studying philosophy, he not only arrived at rational conclusions but also formulated new meanings and concepts. These concepts are all encompassing his concept of Self. Iqbal's concept of Iblees is such a concept in which Iqbal presented Iblees a person of continuous struggle, action and unwavering determination. Iblees is not only mixture of evil, Iqbal, has also seen some elements of his character with a favorable eye and preached the Muslims of the today that just like Iblees, man's intentions should also be unwavering. In this article I have discussed the same thing.

Keywords : Iblees, concept, Iqbal, unwavering, determination, intentions

دنیا میں بہت کم لوگوں کو ان کی زندگی ہی میں قبول عام کی سند حاصل ہوئی ہے، اقبال انھی شخصیات میں سے ایک ہیں۔ ان کی شاعری ان کی مایوسی اور ناامیدی میں گھری قوم کے لیے امید و یقین کا نقارہ ثابت ہوئی۔ اقبال نے اپنی شاعری میں زور پیدا کرنے کے لیے مختلف تصورات پیش کیے ہیں مثلاً "تصورِ خودی و بے خودی، تصورِ عقل و عشق، تصورِ زمان و مکاں، تصورِ ملت و قومیت اور تصورِ امامت و اموموت وغیرہ، ابلیس یعنی شیطان کا تصور بھی انھی تصورات میں سے ایک تصور ہے۔ اقبال نے ابلیس کے کردار کو محض مذہبی قصص کے کردار کے طور پر نہیں پرکھا بلکہ اسے انسانی خودی کی تربیت، ارادہ و اختیار، اور خیر و شر کی آویزش کے محرک کے طور پر علامت کے طور پر دیکھا اور پرکھا ہے۔ اقبال کے نزدیک ابلیس محض شر کی علامت نہیں بلکہ انکار و بغاوت کی علامت ہے۔ اقبال کے نزدیک ابلیس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے حکم ربی کی تعمیل سے انکار کیا۔ اس کا انکار محض غیر ارادی فعل نہ تھا بلکہ اس وقت اس نے پورے غور و فکر اور ارادہ و اختیار کی انتہا پر سوچتے ہوئے آدم کو خود سے کم تر تخلیق خیال کرتے ہوئے، اس پر اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے انکار کیا۔ یہ اگرچہ اس کا اپنے ارادہ و اختیار اور اپنی خودی کا اظہار تھا لیکن یہ اظہار تخلیقی نہیں بلکہ ابلیس کی خودی کی گمراہی تھا کیونکہ اختیارات کی تحدید ضروری ہے قادرِ مطلق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ابلیس نے چونکہ اپنی خودی کو ضابطے کا پابند کر کے اپنے اختیارات کی تحدید نہ کی یوں اس کا اپنی شترِ بے مہار خودی کا اظہار تکبر کہلایا جس کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہِ ربی ٹھہرایا گیا۔

دیگر مفکرین کی نسبت اقبال نے ابلیس کے تصور کو مثبت طور پر پیش کیا ہے حالانکہ اس کے کام منفی ہیں لیکن چونکہ یہ ہر لحظہ انسان کو دعوت مبارزت دے رہا ہے اس لیے اقبال نے اسے ایک مثبت تصور کے طور پر پیش کیا ہے۔ اقبال کے مطابق ابلیس ایسی متحرک طاقت ہے جو ہر پل انسان کو دعوت مبارزت دے رہا ہے اور اسی دعوت ہی کی وجہ سے دنیا میں حرکت و عمل ہے اور ہر فرد اپنے امکانات سے آگاہ ہو رہا ہے۔ شیطان کی دعوت مبارزت کی وجہ سے ہی انسان اپنے اندر رکھے گئے امکانات سے آشنائی حاصل کرتا ہے ،اگر ابلیس کی یہ دعوت مبارزت نہ ہوتی تو انسان کبھی اپنی پوشیدہ و خوابیدہ صلاحیتوں کو بر سر پیکار لانے کے قابل نہ ہو سکتا۔ یہ ابلیس ہی تھا جس نے جنت میں حضرت آدمؑ اور حضرت حواکو نہ صرف ان کے اندر رکھے گئے امکانات سے روشناس کروایا بلکہ ان کے اندر آرزو کو ابھار کر اسے تحریک دی۔ اقبال اسی وجہ سے ابلیس کے کردار کو مثبت معنوں میں لیتے ہیں کیونکہ وہ انسانوں کے اندر آرزوئیں پیدا کر کے پھر انہیں ان آرزوؤں کو پوری کرنے کی تحریک دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اقبال کے نزدیک ابلیس ایک زندہ اور متحرک کردار ہے۔ (۱)

اقبال کے ہاں شیطان کا کردار ایک خالص رومانوی کردار ہے، ابلیس کا کردار ایک زبردست المیہ ہے جس طرح المیہ یعنی ٹریجڈی (Tragedy) کی حقیقی روح فرد کی اندرونی کشمکش کو ظاہر کرتی ہے جس سے فرار حاصل کرنا یا بچ نکلنا المیہ کے ہیرو کے لئے ممکن نہیں ہوتا، وہ اپنی ہر ممکن کوشش کے باوجود حالات کے پھیر سے نکل نہیں سکتا اور حالات کا یہی الٹ پھیر ہی دراصل المیہ کی جان ہوتا ہے۔ شیطان کی داستان بھی دراصل ایک زبردست المیہ ہے جو اس کے خدا کی بارگاہ میں مقرب ہونے سے شروع ہو کر راندہ درگاہ ہونے پر منتج ہوتی ہے جب وہ خدا کی بارگاہ سے ذلیل و خوار ہونے کے بعد اس کے بندوں کو ورغلانے کا عزم لے کر نکلتا ہے اور اپنے اس مقصد پر اس قدر شدت سے ڈٹ جاتا ہے جو قابل رشک ہے کہ آج اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس کے پایہ استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی اور وہ آج بھی اپنے مقصد پر ڈٹا ہوا ہے۔ ملٹن نے "فردوس گم گشتہ" یعنی "پیراڈائز لاسٹ" اور گوئٹے نے "فاؤسٹ" میں شیطان کا کردار پیش کیا ہے۔ اقبال نے بھی اپنی شاعری میں شیطان کے کردار سے متعلق بڑے لطیف اشارے کیے ہیں۔ اقبال کے مطابق ابلیس خود پرستی، لذت پرستی اور عقل خام کی ایسی تجسیم ہے جو کسی قسم کے ضابطے و قانون کا منکر ہے، اس کی روح عشق، محبت اور عقیدت کے جذبات و احساسات سے نابلد ہوتی ہے اسی لیے عشق سے تہی داماں ہونے کے سبب ابلیس کی خودی راہ گم گشتہ رہتی ہے، اس کی روح انکار اور نفی کی روح ہوتی ہے جس کے خمیر میں اضطراب اور لذت پرستی شامل ہوتی ہے، اس کی زندگی کی قبا عشرتِ حیات اور قوتِ عمل کے تانے بانے سے بنتی ہے۔ عشق و محبت اور قوت و عمل اسی کی بدولت ہوتے ہیں۔ (۲)

ابلیس نے اپنے نفس کو کسی ضابطے اور قاعدے قانون کا پابند نہیں بنایا، اپنے اوپر کوئی قانون لاگو نہ کرنے کی بدولت اس کی خودی نے غیر اخلاقی زندگی کو ترجیح دی اور یوں وہ حیات کی اقدار میں توازن اور ہم آہنگی سے تہی داماں رہ گیا۔ انسانی خودی میں بھی شیطانی عنصر موجود ہوتا ہے۔ انسانی جبلت میں نیکی اور بدی دونوں کے عناصر موجود ہوتے ہیں۔ اگرچہ شیطان بدی کا لاشعوری عنصر ہے لیکن وہ جہد مسلسل، حرکت و عمل اور تخلیق کی قوت کا استعارہ ہے جو ہر لمحہ اور ہر لحظہ انسانوں میں آرزوں اور تمناؤں کی تشکیل کر کے اسے ان کے حصول میں مگن رکھتا ہے اور یوں ہر گھڑی اسے دعوت مبارزت دیتا ہے۔ اقبال عمل پیہم پہ یقین رکھتے تھے اس لیے ان کا کلام سراپا درس حرکت و عمل ہے۔ ان کے نزدیک "جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی" والا فلسفہ پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ وہ زندگی میں سکون، ٹھہراؤ اور جمود کو موت کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ اور منزل کی خواہش کے بغیر لگاتار آگے بڑھے چلے جانے کا درس دیتے ہیں ان کے یہ الفاظ اسی جذبے کے عکاس ہیں کہ:

تو رہ نورد شوق ہے، منزل نہ کر قبول

لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول (۳)

کیونکہ منزل کی خواہش یا محمل یعنی آرام طلبی کی آرزو انسان کے اندر سے سفر کے شوق کو ختم کر دیتی ہے۔ اسی لیے اقبال وصل کی بجائے فراق کے قائل ہیں کیونکہ وصل، شوق یعنی عشق کو ختم کر دیتا ہے اقبال ہر اس عمل کی، جو عمل پیہم اور حرکت و عمل کا خاتمہ کرنے والا ہو، اس کی نفی کرتے ہیں خواہ وہ وصل ہی کیوں نہ ہو، اقبال کے نزدیک ابلیس اسی لیے قابل تعریف ہے کیونکہ وہ عمل پیہم کو اپنائے ہوئے ہے۔ اقبال زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ:

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ

جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی (۴)

یعنی زندگی اپنے ضمیر کو مار کر گداگر کی طرح کاسہ اٹھا کر خیرات میں ملنے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ عمل پیہم اور کوشش مسلسل کے ذریعے اپنا حق چھین لینے کا نام ہے۔ اقبال اسی لیے ابلیس کی خودی کو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ اس کی خودی مردہ نہیں ہے وہ اللہ کے کہنے پر بھی کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنے پر رضامند نہ ہوا اور اپنی بات پر ڈٹ گیا۔ اقبال اسی لیے شیطان کو بار بار اپنی فکر و فلسفہ کا جزو بناتے ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ خودی والی بیشتر صفات شیطان میں بھی موجود ہیں۔ وہ دیگر شعرا، اور علما کی طرح ابلیس کو صرف برائی کا پیکر ہی نہیں گردانتے بلکہ اقبال کو ابلیس کی ذلت میں ایک ایسی شمع روشن نظر آتی ہے جو سوز فراق، حرکت و عمل پیہم اور جہد مسلسل کی راہ بھاتی ہے۔ اقبال کے مطابق ابلیس سستی، غفلت، کاہلی، جمود اور ٹھہراؤ کا مظاہرہ کسی بھی مقام پر نہیں کرتا بلکہ وہ سراپا عمل ہی عمل ہے جو کانٹے کی مثل دل یزداں میں کھٹکنا چاہتا ہے اور رقیب بننے کا خواہش مند ہے۔ وہ جبریل کی مانند ہر وقت انکساری و عاجزی کے ساتھ چوکھٹ ربی پر سر جھکانے کو پسند نہیں کرتا۔ وہ جب جبریل کی پر سکون زندگی کا موازنہ اپنی ہنگامہ خیز زندگی سے کرتا ہے تو پھر وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کے لیے جنوں کی داستان با آواز بلند سناتا ہے اور جبریل کی یکسانیت کی عکاس زندگی کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ اپنی نظم "جبریل و ابلیس" میں اقبال ابلیس کے احساسات کی ترجمانی ان الفاظ سے کی ہے:

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو (۵)

اقبال نے اپنے کلام میں بہت سی نظموں میں ابلیس کو موضوع بنایا ہے، کچھ نظمیں ابلیس کے عنوان سے بھی لکھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نالہ ابلیس مشمولہ جاوید نامہ

۲۔ نمودوداوشدن خواجہ اہل فراق ابلیس مشمولہ جاوید نامہ

۳۔ ابلیس کی عرضداشت مشمولہ بال جبریل

۴۔ جبریل و ابلیس مشمولہ بال جبریل

۵۔ ابلیس و یزداں مشمولہ ضرب کلیم

۶۔تقدیر مشمولہ ضرب کلیم

۷۔ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام مشمولہ ضرب کلیم

۸۔ابلیس کی مجلس شوریٰ مشمولہ ارمغان حجاز

ان نظموں میں درپردہ ابلیس کی کی برائی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اقبال ابلیس کے فکر و عمل، جدوجہد اور ذوق و شوق کو سراہتے دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال کا خیال ہے کہ ابلیس اور اس کے مشیروں میں اب تک ہمت و استقلال بدرجہ اتم موجود ہے وہ مایوس انسانوں کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑا سکتا ہے ان میں نفسانی خواہشات اور آرزوئیں پیدا کر کے انہیں ان آرزوں کو پورا کرنے کی طرف مائل کر سکتا ہے، اور یوں ان کی زندگی کا جمود ختم کر کے انہیں عمل پر ابھار سکتا ہے۔ اقبال ابلیس کی خودی کے بھی قائل ہیں اگرچہ یہ خودی تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہے، بذات خود ابلیس میں بہت سی صلاحیتیں ہیں لیکن اس نے ان صلاحیتوں کا استعمال غلط طریقے سے کیا ہے تاہم وہ اپنی حقیقت سے واقف ہے اور کوشش پیہم اور جہد مسلسل کا قائل ہے۔ ابن آدم ابلیس کے حملے کی تاب نہیں لاسکتا کیونکہ وہ سادہ لوح اور کمزور ہے اور یہ ابلیس کے آگے جراتِ انکار سے عاری ہے یہی وجہ ہے وہ آج کے کمزور عقیدہ ایمان سے نالاں ہے۔ وہ ایک طاقتور حریف کی تلاش میں ہے جو اس کی ٹکر کا ہو۔(۶)

جاوید نامہ کی نظم "نالہ ابلیس" میں ابلیس آہ وزاری اور نالہ و فریاد کرتا نظر آتا ہے۔ وہ سخت نالاں و بیزار ہے اور اس درپیش صورتحال میں اللہ کی پناہ کا طالب ہے حالانکہ ویسے تو عام مسلمان شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں لیکن اس نظم میں ابلیس کمزور اور ضعیف عقیدے والے مومنوں سے پناہ مانگتا ہے، وہ عمل سے عاری انسان سے بیزار نظر آتا ہے کیونکہ وہ مقابلے میں اپنی ٹکر کے امیدوار کا طالب ہے یعنی ایسا بندہ مومن جس سے مقابلہ کرتے ہوئے اور اپنے وسوسوں کا شکار بنانے کے لیے اسے چوکنا رہنا پڑے نہ کہ سستی، کاہلی اور جمود کا شکار، آج کے دور کا مومن جو مرد آزاد کی بجائے بندہ غلام ہے اس کا مقابلہ کرنے سے ابلیس بیزار نظر اتا ہے۔ وہ خدا سے کہتا ہے کہ:

اے خداوند صواب وناصواب

من شدم از صحبت آدم خراب(۷)

یعنی اے خیر و شر پر قادر رب! مجھے تیرے کمزور عقیدے والے بندوں کی ہمراہی نے بگاڑ دیا ہے، اس میں انکار کی ہمت نہیں ہے وہ آنکھیں بند کر کے بے چوں وچرا اں میرا ہر حکم مانتا ہے وہ اپنی معرفت نہیں رکھتا وہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کی عظمت کو بھلائے ہوئے ہے یہ کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے اپنا آپ شکاری کے حوالے کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ میں اس ناپختہ آدم سے بیزار ہوں مجھے اس سے پناہ دے۔

دراصل اقبال ابلیس کے کردار اور اس کی آہ وزاری کے پردے میں تمام انسانوں میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص قوت عمل پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ طاغوتی قوتوں سے برسرپیکار ہو سکیں اور برابری کی سطح پر ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اقبال ابلیس کو "خواجہ اہل فراق " کے لقب سے بھی نوازتے ہیں کیونکہ ابلیس کے نزدیک تڑپ، ہجر اور دوری فراق کے نشے کو مزید بڑھاتی ہے اقبال لکھتے ہیں کہ:

گفت "ساز، زندگی سوز فراق

اے خوشا سرمستیِ روزِ فراق

بر لبم از وصل می نآید سخن

وصل اگر خواہم نہ او ماند نہ من" (۸)

اقبال نے ابلیس کا جو تصور دیا ہے اس میں ابلیس انسانی کی سستی و کاہلی اور عملی کمزوریوں پر نالاں نظر آتا ہے۔ اسے انسان کی تعیش پرستی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اسے لگتا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی جنت خالی ہی رہے گی کیونکہ موجودہ دور کے انسان کا دل ایمان سے خالی اور بے یقینی سے بھرا ہوا ہے اس کے اندر وہ اہلیت ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی جنت میں داخل ہو سکے۔ یہ ابن آدم کردار کی بجائے گفتار کا دھنی ہے روز و شب اللہ کے احکامات سے روگردانی کرتا ہے پھر وہ جنت کا اہل کس طرح ہو سکتا ہے؟ مزید بر آں ابلیس کو لگتا ہے کہ دنیا میں اس کی ضرورت شائد نہیں رہی کیونکہ اس کے مقرر کردہ مقاصد و اہداف کی تکمیل اب ابن آدم خود کر رہا ہے۔ اپنی نظم "ابلیس کی عرضداشت" میں اقبال ابلیس کی زبانی کہلواتے نظر آتے ہیں کہ:

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست

باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک!(۹)

اقبال تقدیر پرستی کے قائل نہیں ہیں وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بندہ مومن اپنی تقدیر خود بناتا ہے وہ اس اسلامی نظریے کے قائل ہیں کہ انسان نہ تو مجبورِ محض ہے اور نہ ہی مختارِ کل۔ قادرِ مطلق ذات اللہ تعالی کی ہے، انسان کو نیکی اور بدی کی راہ بھانے کے بعد فیصلے کا اختیار اسے دے دیا گیا ہے اگر وہ اپنی مرضی و ارادہ کو مشیت ربی کے تابع کر دیتا ہے تو پھر تقدیر اس کے تابع ہو جاتی ہے کیونکہ تقدیر کے تابع صرف جمادات و نباتات ہوتے ہیں بندہ مومن صرف اللہ تعالی کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔ ارمغان حجاز کی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں اقبال ابلیس کی زبانی تقدیر پرستوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں کیونکہ تقدیر کے پیروکار عمل سے تہی ہوتے ہیں۔ تقدیر پرستی ابلیس کا پڑھایا گیا سبق ہے۔ اقبال ابلیس کی زبانی اپنے فکر و فلسفہ کی ترجمانی کرتے ہوتے کہتے ہیں:

میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا

میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں(۱۰)

ابلیس اللہ کی بارگاہ سے نکالے جانے سے لے کر اب تک انسانوں کو راہِ راست سے بھٹکانے کے مقصد پر عمل پیرا ہے، اس نے اپنے مشیروں کو بھی اسی مقصد میں لگایا ہوا ہے، وہ ہر حال میں اپنے مقصد پر ڈٹا ہوا ہے اور اپنی کامیابی کے لیے پر عزم ہے، آج تک اس کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ یہی بات اقبال کو ابلیس کی ستائش پر ابھارتی ہے کہ وہ اپنے مقصد کو نہیں بھولا اور انسان جسے اشرف المخلوقات کے درجے سے نوازا گیا تھا، وہ اپنے مقصدِ تخلیق کو بھلا کر غفلت کا شکار ہو چکا ہے۔

ابلیس کے خیال میں موجودہ زمانے میں لوگوں کو دین سے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے دل سے نبیؐ کی محبت کو محو کیا جائے اسی لیے وہ اپنے سیاسی چیلوں کو مسلمانوں کو کمزور بنانے کا گر بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو(۱۱)

یعنی ابلیس کے خیال میں اگرچہ آج کا مومن روحانی لحاظ سے بہت کمزور ہے لیکن پھر بھی اس کے دل میں عشق محمد ﷺ کی چنگاری سلگ رہی ہے اور صفحہ ہستی سے اسے نیست و نابود کرنے کے لیے ان کے دل سے اس محبت کو نکالنا ہو گا جس کی بدولت وہ موت بھی ٹکرا جاتا ہے۔ اقبال کے مطابق مومن کی زندگی کی ساری خوبصورتی اور رنگینی ابلیس ہی کے توسط سے ظاہر ہوئی ہے کیونکہ اگر ابلیس نہ ہوتا تو آدم کبھی اپنے اندر رکھے گئے امکانات سے آگاہ نہ ہوپاتا کیونکہ آدم کا غلطی کے ارتکاب کے بعد جنت سے نکال کر زمین پر اتارا جانا اقبال کے نزدیک آدم کی سزا نہ تھا بلکہ وہ آدم کا اپنے ارادہ و اختیار میں آزادی کا اظہار تھا کہ اس نے بخشش کے طور پر عنایت کی ہوئی جنت پر اپنے زور بازو سے جہد و عمل اور خون جگر کے نتیجے میں نیک اعمال کے ذریعے جنت کا حقدار بننے کو فوقیت دی یوں ابلیس نے مومن کے اندر قوت ارادی پیدا کی۔ بے شک وہ نیکی کی راہ کو کٹھن اور بدی کی راہ کو سہل و مزین کر دیتا ہے لیکن دراصل یہی مومن کے لیے اس کی خودی و قوت ارادی کا امتحان ہے کہ کس طرح وہ بدی کی راہ کو ترک کر کے نیکی کی راہ کو اپناتا ہے۔

ابلیس مومن کو رزم خیر و شر میں الجھاتا ہے اور خیر و شر کی اس آویزش ہی کی بدولت بندہ مومن نہ صرف اخلاقی و روحانی ارتقاء حاصل کرتا ہے بلکہ اپنی خودی کو استحکام و مضبوطی بھی عطا کرتا ہے۔(۱۲)اقبال کے مطابق ابلیس اپنے کیے پر نادم نہیں ہے اور اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود انسانوں کو راہ راست سے بھٹکانے کے لیے مسلسل عمل پیرا اور پر عزم ہے۔ اس کی یہ قوت ارادی قابل ستائش ہے کہ وہ آدم کو سجدہ کرنے کے حکم ربی کی تکفیر کے بعد انسانوں کو گمراہ کرنے پر جو آمادہ ہوا تھا، اس پر آج بھی قائم ہے۔ خلیفہ عبد الحکیم اپنی تصنیف "فکر اقبال میں اس منکر کے ارادوں میں عمل پیہم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابلیس کو اپنی ثابت قدمی کی داد ضرور ملنی چاہیے کی آج تک اپنے ارادے کی تکمیل میں اس کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ خیر و شر کی پیکار میں وہ تنہا ہے، اگرچہ وہ مجروح ہوتا لیکن شکست تسلیم نہیں کرتا اس کا سامنا بے شمار پیغمبروں سے ہوا ہے لیکن وہ اپنی انکار کی روش پہ قائم ہے، اس کے ارادے میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔(۱۳)

اقبال ابلیس کے اس طرح اپنے ارادے پر ڈٹ جانے کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کو درس دیتے ہیں کہ وہ بھی اسی طرح مضبوط اور ناقابل متزلزل قوت ارادی کے حامل ہو کر اپنے مقصد تخلیق کے حصول کے لیے ڈٹ جائیں جس طرح ابلیس ڈٹا ہوا کہ:

غرق اندر رزم خیر و شر ہنوز

صد پیغمبر دیدہ و کافر ہنوز(۱۴)

اقبال کی تیز بین نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ابلیس محض اس ڈر سے مسلسل تگ و دو میں سرگرداں ہے کہ کہیں مسلمانوں کی خودی بیدار ہو کر ابلیسیت کا خاتمہ نہ کر دے۔ "ابلیس کی مجلس شوریٰ" نظم میں ابلیس تمام نظامات عصر حاضر کا جائزہ لینے کے بعد اپنے مشیروں پر واضح کرتا ہے اسے حقیقی خطرہ اسلام ہی سے ہے کیونکہ اسی کی راکھ میں وہ چنگاری دبی ہوئی ہے جو سلگ کر نظام ابلیسیت کا قلع قمع کر سکتی ہے۔ اسی واسطے وہ اپنے چیلوں کے سامنے توثیق کرتا ہے کہ:

جانتا ہے، جس پہ روشن باطن ایام ہے

مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے!(۱۵)

مومن یقین سے محروم ہو کر دین اور قرآن سے دوری، تقدیر پرستی، سرمایہ دارانہ و فرقہ وارانہ نظام کی آبیاری وغیرہ کی وجہ سے ابلیس اور اس کے مشیروں کے اوچھے ہتھکنڈوں کا شکار ہو کر آج دنیا میں کھلو رہے ہیں۔ یہ بات ابلیس بھی جانتا ہے کہ جیسے ہی مومن دوبارہ اپنے اندر یقین و ایمان کی صفت سے متصف ہو گا، ابلیس کا سارا نظام تلپٹ ہو جائے گا۔ پروفیسر آل احمد سرور "دانشور اقبال" میں اقبال کے تصور ابلیس کو واضح کرتے ہوئے بوسائی کے اطالوی زبان میں تحریر کردہ ایک مضمون کا ذکر کرتے ہیں جس میں اقبال کے ہاں ابلیس کے پانچ پہلوؤں کی طرف ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ باغیانہ یا پرومیتھیائی (پرومتھیس کی مانند باغی / ملٹن کا اثر)

۲۔ یہودی اسلامی پہلو (خدا کی تخلیق اور اس کا آلہ کار)

۳۔ مسیحی افکار (دنیا میں ایک آزاد اور خود مختار طاقت)

۴۔ صوفیاء کا تصور (خدا کی جلالی صفت کا مظہر)

۵۔ عملی سیاست دان (۱۶)

الغرض اگرچہ اقبال نے تمام معاصر ادیبوں کے تصورِ ابلیس کا مطالعہ کیا تھا اور ان کے کلام میں ان ادیبوں کا تاثر بھی بعض مقامات پر نظر آتا ہے مثلاً "ابلیس ویزداں" نظم میں وہ ابن عربی کے رنگ میں محسوس ہوتے ہیں، "جبریل و ابلیس" اور "نالہ ابلیس" میں فاؤسٹ کا اثر دکھائی دیتا ہے، اور "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ان کا اسلوب ملٹن کی "فردوس گم گشتہ" کے زیادہ نزدیک ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اقبال نے شرق و غرب کے فلسفاء کا مطالعہ بے شک کیا ہے لیکن ان کے فکر و نظر کی بالیدگی کتب روشن، قرآن مجید اور سنت نبی آخر الزماں کے مطالعے کی وجہ سے ہی ہے کیونکہ وہ ہر مقام پر استحکام خودی کا درس دیتے ہیں جو ملحد اور ناحق شناس ادیبوں کی تصانیف کے مطالعہ کے سبب ممکن نہ تھا۔ اقبال کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسانی خودی کو لازوال قوتوں سے نوازا ہے جن سے استفادہ وہ اپنی خودی کو اطاعت الٰہی اور ضبط نفس کے سانچوں میں ڈھالنے کے بعد نیابت الٰہی کے درجے پر حقیقی معنوں میں فائز ہونے کے بعد ہی کر سکتا ہے کیونکہ جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے تو پھر وہ اس کائنات کو مسخر کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا ہے۔

الغرض اقبال کے نزدیک ابلیس انسان کے لیے ایک چیلنج و آزمائش ہے۔ اقبال کے فلسفے میں ابلیس بندہ مومن کی خودی کے ارتقاء میں بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ انسانی خودی کے ارتقاء کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں ابلیس سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے بندہ مومن کو جہد مسلسل، عزم مصمم اور عمل پیہم کو اپنانا پڑتا ہے جو اس کو حرکت و عمل پر ابھارتا ہے، اور یوں بندہ مومن ابلیس کو زیر کرنے کے لیے اپنی اہلیتوں و صلاحیتوں کو عمل میں لاتا ہے اور یوں اسے اپنی ان صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے جن سے وہ پہلے ناآشنا ہوتا ہے اس طرح اس کی خودی جلا پاتی ہے یعنی مختصراً ابلیس کو بطور چیلنج قبول کرنے کے بعد اس کے خلاف پیدا ہونے والی مزاحمت ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر اسے بے عملی و جمود سے نکالتی ہے۔ ارادہ و اختیار ہی انسان کی اصل قوت ہے جو اسے فرشتوں اور ابلیس دونوں پر افضلیت عطا کرتی ہے، جب انسان اپنے ارادہ و اختیار سے اطاعت الٰہی کو چن لیتا ہے تو وہ فرشتوں اور ابلیس دونوں پر فوقیت پا لیتا ہے کیونکہ ایک طرف فرشتے ہیں جو محض وہی کام سرانجام دیتے ہیں جس کے لیے انھیں تخلیق کیا گیا ہے یعنی اللہ کی عبادت، وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے دوسری طرف ابلیس اگرچہ شعور و ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ اپنے مقام سے ایسا

گرا کہ دوبارہ اٹھ نہ سکا جب اس کے برعکس انسان اگرچہ اپنی لغزشوں کی وجہ سے گرتا بھی ہے لیکن صدق دل سے توبہ کرنے کے بعد اپنا مقام دوبارہ پا بھی لیتا ہے اور یہی عمل، ارادہ اور اختیار ہی اس کی خودی کو کاملیت سے ہمکنار کرتا ہے۔

جب ابلیس انسان کے لیے بدی کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے تو اس کے پیدا کردہ یہ وسوسے آدم کے لیے زوال نہیں بلکہ اس کے شعور و اختیار کا نکتہ آغاز بنتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک ابلیس انکار اور خودی کی گمراہی کی علامت ہے اس کے فریب سے ٹکرا کر ہی بندہ مومن کی خودی کی تکمیل ہوتی ہے اس لیے وہ اس مرد مومن کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے جس کی خودی بیدار ہو کیونکہ وہی ابلیسیت کے نظام کو تار تار کرنے کی اہلیت سے متصف ہوتا ہے یوں ابلیس ایک طرف تو بندۂ مومن کا سب سے بڑا اندرونی دشمن ہے لیکن دوسری طرف وہی اس کا سب سے بڑا استاد بھی ہے کیونکہ وہی اسے سکھاتا ہے کہ خودی کو زندہ رکھنےکیلیے بیداری اور آرزوں کا زندہ رکھنا از حد ضروری ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں ابلیس کو خیر و شر کے مابین آویزش کے طور پر پیش کیا ہے جس کی بدولت انسانی زندگی میں حرکت و ارتقاء پائی جاتی ہے۔ اسلامی تصور کے مطابق اگرچہ یہی آدم کو وسوسے کا شکار کرنے اور شجر ممنوعہ کا پھل کھلانے کے بعد جنت سے بے دخل کروانے کا سبب بنا لیکن دراصل اسی سے برسرپیکار ہونے کے بعد اس کا ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "شیطان" اٹھاسی بار استعمال ہوا ہے، یہ لفظ جنات اور انسانوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اس سے مراد ہر وہ قوت و وجود ہے جو حق کے خلاف مسلسل ہنگامہ آرائی اور فتنہ پروری پر آمادہ ہو خواہ یہ سب علی الاعلان ہو یا خفیہ۔ دین اسلام میں شیطان کے لیے ابلیس کا لفظ استعمال ہوتا ہے یونانی زبان میں ابلیس کے مترادف استعمال ہونے والے لفظ کا مطلب دروغ گو اور فتنہ پرداز ہے۔ یہ وہ فتنہ پرداز ہے جو ہر لمحہ فتنوں کا تار و پود بنتا ہے لیکن جب تک آدم کا یقین و ایمان مضبوط ہو اس وقت تک ابلیس کا کوئی فتنہ کارثابت نہیں ہو سکتا۔ (۱۷)

ابلیس کے کردار کے ذریعے اقبال نے مسلمانوں کو اس بات کے تعلیم دی ہے کہ ابلیسیت ایک مکمل نظام ہے اور انہیں ابلیسیت کا مقابلہ کرنے کے لیے عزم مصمم اور یقین کامل کی ضرورت ہے وہ مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ اگر ابلیس کو دنیا میں کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام اور اس کی صحیح روح پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں، صرف یہی نظام حیات ےاو ستور العمل ابلیسیت کو شکست سے دوچار کر سکتا ہے اس لیے ابلیس اس دین اور اس کے ماننے والوں کو مٹانے پر کمربستہ ہے اس لیے مومنوں کو بھی اس کے خلاف عمل پیرا ہونا چاہیے۔ (۱۸)

ابلیس کے کردار کی پیشکش کے پس منظر میں اقبال کا مقصد نسل نو میں عزم مصمم، جہد مسلسل، عمل پیہم، فراق، آرزو، جرات، جستجو، سوز و گداز اور تڑپ پیدا کر کے انہیں ستاروں پر کمند ڈالنے کا اہل بنانا تھا تا کہ وہ مقامات بلند تک پہنچ سکیں کیونکہ اگر ابلیس اپنے مقصد پر ڈٹ سکتا ہے تو پھر بندہ مومن جسے مسجود ملائک قرار دے کر اشرف المخلوقات کے درجے سے نوازا گیا ہے اس کے لیے رضائے ربی کی خاطر ڈٹ کر اپنی تقدیر کو اپنے تابع کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے یوں اقبال نے روایت سے انحراف کرتے ہوئے ابلیس کے کردار کو جاندار اور متحرک بنا کر پیش کیا ہے جو قابل تقلید ہے۔

حوالے

۱۔ خان، یوسف حسین، ڈاکٹر، "روحِ اقبال"، (لاہور: آئینہ ادب چوک مینار انارکلی، ۱۹۶۳)، ص: ۹۰

۲۔ عبد الحکیم، خلیفہ، "فکرِ اقبال"، جلد اول، (لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۲)، ص: ۴۴۸۔ ۴۶۴

۳۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال اردو"، (لاہور: اقبال آکادمی پاکستان، ۲۰۲۱)، ص: ۵۸۶

۴۔ ایضا"، ص: ۲۸۷

۵۔ ایضا"، ص: ۴۷۴

۶۔ عبد الحکیم، خلیفہ، "فکرِ اقبال"، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۲)، ص: ۳۷۸

۷۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال فارسی"، اشاعتِ چہارم، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۱)، ص: ۷۲۵

۸۔ ایضا"، ص: ۷۲۳

۹۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال اردو"، (لاہور: اقبال آکادمی پاکستان، ۲۰۲۱)، ص: ۴۹۳

۱۰۔ ایضا"، ص: ۷۰۲

۱۱۔ ایضا"، ص: ۶۵۸

۱۲۔ ریمیہ پروین، ڈاکٹر، "بیسویں صدی کی اردو نظم پر اقبال کے اثرات"، (لاہور: دارالشعور مزنگ روڈ بک سٹریٹ، ۲۰۱۵)، ص: ۶۷

۱۳۔ عبد الحکیم، خلیفہ، "فکرِ اقبال"، جلد اول، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۲)، ص: ۲۳۱

۱۴۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال فارسی"، ص: ۷۲۳

۱۵۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "کلیاتِ اقبال اردو"، ص: ۷۰۹

۱۶۔ سرور، آل احمد، پروفیسر، "دانشور اقبال"، (لاہور: الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۱۶)، ص: ۱۳۱

۱۷۔ صوفیہ یوسف، ڈاکٹر، "ابلیس اقبال کی نظر میں" مشمولہ "دریافت"، شمارہ ۹، (اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۰)، ص: ۳۱۰

۱۸۔ چشتی، یوسف سلیم، پروفیسر، "شرح ارمغان حجاز"، جلد سوم، (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، سن ندارد)، ص: ۵

References:

1. Khan, Yusuf Hussain, Dr., "Ruh-e-Iqbal", (Lahore: Aina Adab Chowk Minar Anarkali, 1963), p. 90
2. Abdul Hakim, Khalifa, "Fikr-e-Iqbal", Volume 1, (Lahore: Bazm-e-Iqbal, 1992), p. 448-464
3. Iqbal, Dr., Allama, "Kaliyat-e-Iqbal, Urdu", (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2021), p. 586
4. "Ibid", p. 287
5. "Ibid", p. 474
6. Abdul Hakim, Khalifa, "Fikr-e-Iqbal", (Aligarh: Educational Book House, 2002), p. 378

7. Iqbal, Dr., Allama, "Kaliyat-e-Iqbal Persian", 4th edition, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1981), p. 725
8. "Ibid", p. 723
9. Iqbal, Dr., Allama, "Kaliyat-e-Iqbal Urdu", p. 493
10. Ibid", p. 702
11. Ibid", p. 658
12. Raisa Parveen, Dr., "Iqbal's Impact on Twentieth Century Urdu Poetry", (Lahore: Darul-Shu'ar Muzammil Road Book Street, 2015), p. 67
13. Abdul Hakim, Khalifa, "Fikr-e-Iqbal", Volume 1, (Lahore: Baz-e-Iqbal, 1992), p. 631
14. Iqbal, Dr., Allama, "Kaliyat-e-Iqbal Persian", p. 723
15. Iqbal, Dr., Allama, "Kaliyat-e-Iqbal Urdu", p. 709
16. Sarwar, Aal Ahmed, Professor, "Danshwar Iqbal", (Lahore: Al-Waqar Publications, 2016), p. 131
17. Sofia Yousaf, Dr., "Iblis Iqbal's Perspective" "Discovery", Issue 9 (Islamabad: National University of Modern Languages, 2010), p.310
18. Chishti, Yusuf Salim, Professor, "Sharh Armaghan-i Hijaz", Volume III, (Lahore: Ishrat Publishing House, ageless), p: 5